17

ترقی کے لئے ضروری چیزیں

(فرمودہ ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں تمام ترقیات چار چیزوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ کوئی ترقی دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ چار چیزیں ایک وقت میں جمع نہ ہوں۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ ایک بیج ہو جس کے اندر نشو و نما کی قابلیت ہو بغیر بیج کے کبھی بھی کوئی کھیتی نہیں اگ سکتی۔ اور کوئی روئیدگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ ایک کسان کھیت میں کتنا ہی ہل چلائے کیسی ہی عمدگی کے ساتھ زمین کی سختی کو توڑے اور باریک میدے کی سی مٹی کر دے۔ پھر اس زمین کو پانی دے اور تمام وہ احتیاطیں جو کسان اور زمیندار کھیتی کے متعلق کرتے ہیں ان سے زیادہ کرے لیکن وقت پر بیج نہ ڈالے تو کھیتی تیار نہ ہو سکے گی۔

دوسری چیز جو کھیتی کے تیار ہونے کے لئے ضروری ہے یہ ہے کہ عمدہ زمین ہو جب تک عمدہ زمین نہ ہو اس وقت تک کبھی بھی کوئی اچھی کھیتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہ کیسا ہی اعلیٰ بیج کیوں نہ ڈالا جائے۔ خواہ تمام احتیاطیں جو ضروری ہوں کی جائیں۔ لیکن اگر زمین شوریلی ہو تو پیشتر اس کے کہ نشوونما کا زمانہ آئے وہ زمین بیج کو بھی گلا ڈالے گی۔ اور بجائے اس کے کہ عمدہ غلہ پیدا ہو۔ گھر سے جو غلہ اس میں ڈالا جائے گا اسے بھی ضائع کر دے گی۔

تیسری چیز جو کھیتی کے اچھا بنانے میں ضروری ہوتی ہے۔ وہ زمین کی تیاری ہے یعنی وقت پر آبپاشی وغیرہ کرنا۔ ہل چلانا۔ اگر عمدہ زمین ہو لیکن اس کو تیار نہ کیا جائے ہل نہ چلایا جائے پانی نہ دیا جائے سوہاگہ نہ پھیرا جائے تو اچھی کھیتی نہ اُگے گی۔

جب یہ تینوں باتیں جمع ہو جائیں کہ بیج اعلیٰ درجہ کا ہو۔ زمین اچھی ہو۔ اس کی تیاری

خوب کی جائے لیکن موسم اور وقت کا لحاظ کر کے بیج نہ بویا جائے تو بھی کھیتی نہ ہو گی۔ جب تک اس چیز کو جسے اُگانا منظور ہو اپنے وقت اور موسم میں نہ بویا جائے کھیتی سے اچھا پھل پیدا نہیں ہو گا۔ بسا اوقات تو بے موسم کا ڈالا ہوا بیج بالکل ضائع ہو جائے گا۔ بسا اوقات روئیدگی تو اُگے گی لیکن خشک ہو کر برباد ہو جائے گی۔ جس طرح ایک کھیتی کو جب تک صحیح طریقوں کے ماتحت بویا نہ جائے اس میں کبھی اعلیٰ غلہ نہیں پیدا ہوتا اور اس کے کاٹنے میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی چار باتیں دنیا کے تمام کاموں میں ضروری ہوتی ہیں۔ اور کوئی سلسلہ کوئی تعلیم اور کوئی جماعت دنیا میں پھیل نہیں سکتی۔ جب تک اچھا بیج نہ ہو۔ یعنی ایسی تعلیم نہ ہو جسے طبائع قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ایک سلسلہ کی تعلیم کھیتی کے بیج سے مشابہت رکھتی ہے جس طرح ایک عمدہ زمین گندے بیج کو لیکر اعلیٰ کھیتی پیدا نہیں کر سکتی اسی طرح اعلیٰ قومیں بھی گندی اور ناقص تعلیم کو لیکر اعلیٰ نتیجہ نہیں پیدا کر سکتیں۔ دیکھو یورپ کے لوگ تمدن تعلیم اور تربیت کے لحاظ سے ایشیائیوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ رات دن اصلاح کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس درجہ تک اخلاقی اصلاح وہ نہیں کر سکتے جس کی انہیں خواہش ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ زمین اچھی نہیں یا اس کی تیاری اچھی نہیں۔ زمین بھی اچھی ہے۔ تیاری بھی عمدہ ہے۔ لیکن جو بیج اس میں ڈالا جاتا ہے وہ کرم خوردہ اور ناکارہ ہے۔ اور اب تازہ بیج وہ ہے جو محمد ﷺ لائے۔ مگر وہ لوگ حضرت مسیح کے زمانہ کا بیج بو رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ وہ متواتر اپنی حالت درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے ایسی ایسی محنتیں کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ہزارہا کی تعداد میں ان میں ایسے لوگ ہیں جو اپنے مال و دولت عزت و آسائش کو لات مار کر عیسائیت کی اشاعت کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور ظاہری طور پر ان کے اخلاق ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں مگر وہ ہنستے رہتے ہیں۔ باجود اس کے وہ روحانیت میں گرے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بیج اچھا نہیں ہے۔ تو روحانی سلسلوں کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ تعلیم ہو۔

دوسری خوبی زمین کی خوبی ہے۔ اگر زمین اچھی نہ ہو تو اعلیٰ بیج بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ خراب زمین میں اگر اعلیٰ بیج بھی ڈالا جائے گا تو وہ اسے ضائع کر دے گی۔ اس کی مثال روحانیت کے لحاظ سے یہ ہے کہ جن لوگوں کے سامنے وہ تعلیم پیش کی جائے ان میں اگر اس تعلیم کو قبول کرنے کی قابلیت نہ ہو تو اعلیٰ نتیجہ پیدا نہ ہو گا۔ دیکھو رسول کریم ﷺ کے وقت وہی قرآن تھا جس نے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے انسان پیدا کر دیئے۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ

جس نے محمد ﷺ جیسا انسان پیدا کر دیا کیونکہ آپ بھی اس پر عمل کرنے سے رسول بنے۔ بے شک قرآن آپ پر نازل ہوا۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہو انا اول المومنین (الاعراف ۱۴۴) میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ تو یہ قرآن ہی کا اثر تھا۔ کہ محمد ﷺ جیسا انسان پیدا ہوا۔ اور ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے انسان پیدا ہوئے پھر بعد میں قرآن ہی کے ذریعہ ہزاروں اور لاکھوں اولیاء اللہ پیدا ہوئے لیکن یہی قرآن جب ابوجہل۔ عتبہ اور شیبہ جیسے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ کہنے لگے اس کو بدل کر کوئی اور لاؤ تو ہم مانیں گے۔ ورنہ ایسی بے ہودہ تعلیم کو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیرا" ویھدی بہ کثیرا" اچھی زمین میں جب اچھا بیج پڑتا ہے تو سبزی پیدا ہوتی ہے اور اگر بری زمین میں پڑتا ہے تو بری صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دیکھو محمد ﷺ اسی قرآن کو پڑھ کر ایسے ایسے معارف اور حقائق بیان فرماتے تھے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ لیکن ابوجہل اسی قرآن کو ایسے گندے رنگ میں پیش کرتا کہ کوئی شریف آدمی اسے سننے کے لئے بھی تیار نہ ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی۔ کہ قرآن شریف میں متضاد باتیں تھیں۔ محمد ﷺ اور الفاظ پڑھتے تھے اور ابوجہل وغیرہ اور بلکہ یہ وجہ تھی کہ ایک ہی بیج دو مختلف قسم کی زمینوں میں جب پڑا تو اچھی زمین سے اچھا پھل پیدا ہو گیا اور بری زمین سے برا۔

تیسری چیز زمین کی تیاری اور وقت کی نگہداشت ہوتی ہے۔ قوموں میں ہل چلانے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ یہی کہ ان کے قویٰ کی نگرانی اور تربیت کی جائے اور وقت پر پانی دینے کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ یہی کہ صحیح اور عمدہ تعلیم دی جائے۔ یہ پانی دینے کے مشابہ ہے۔ اور زمین کو ہل چلا کر نرم کرنا اور سوہاگہ پھیر کر ڈھیلے توڑنا تربیت کے مشابہ ہے۔ پس کسی قوم کی صحیح تعلیم و تربیت کھیتی میں ہل چلانے اور پانی دینے کے مشابہ ہے۔ اس کے بغیر بھی کوئی قوم کوئی ترقی نہیں کر سکتی۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ وقت پر بیج بویا جائے۔ یہ روحانی معاملات پر اس طرح چسپاں ہوتا ہے کہ ٹھیک وقت اور محل و موقع پر کام کرنے سے نیک نتیجہ نکلے گا۔ اعلیٰ تعلیم اگر اس وقت پیش کی جائے جب قلوب اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ زمانہ میں ایسی لہر نہ چلی ہو جس نے اس تعلیم کے متعلق ہلچل پیدا کر دی ہو تو کوئی اسے قبول نہیں کر سکتا۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا تو لوگوں نے مخالفت بھی کی لیکن ماننے والوں نے مان بھی لیا مگر آج بھی آپ کے دعویٰ کو دیکھ کر کئی لوگ نبوت کے مدعی کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ بہت کچھ کوشش بھی کرتے ہیں۔ اشتہار ٹریکٹ

اور کتابیں شائع کرتے ہیں۔ لیکن کوئی انہیں پوچھتا بھی نہیں۔ اس لئے کہ قبولیت کا زمانہ گذر گیا۔ انبیاء عین وقت اور عین موسم میں آتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے عین وقت پر بھیجا تھا۔ مگر آج آپ کی نقل کرنے والے بے موسم اور بے وقت کھڑے ہو رہے ہیں۔ چونکہ یہ بات صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ نبی کے بھیجنے کا عین وقت اور ٹھیک زمانہ کونسا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ نبی کو اس وقت بھیج دیتا ہے۔ مگر جو خود بخود کھڑے ہو جاتے ہیں وہ بے وقت آتے ہیں اس لئے ناکام رہتے ہیں۔ اور سوائے اس کے کہ ان ناپاک اور گندی بوٹیوں کی طرح جو کھیتوں میں صرف اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ انہیں تمازت آفتاب جلا دے ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ میں نے دیکھا ہے دو تین مدعی نبوت ٹریکٹ اور رسالے بھیجتے رہتے ہیں۔ پھر گالیوں سے بھرا ہوا خط ان کی طرف سے آجاتا ہے کہ ہم نے اتنے رسالے اور ٹریکٹ بھیجے مگر کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اپنے اخبارات میں گالیاں ہی دے چھوڑیں۔ میں نے لکھایا گالیاں بھی یونہی نہیں ملتیں یہ بھی خدا کے فضل سے ملتی ہیں۔ اب کہنے والے تو کہدیتے ہیں کہ محمد ﷺ ایسے زمانہ میں آئے کہ لوگ آپ کی باتیں ماننے کے لئے تیار تھے۔ یہ صحیح ہے کہ آپ ایسے زمانہ میں آئے جب لوگ آپ کی باتیں ماننے کے لئے تیار تھے مگر ایسے وقت میں آنا ہی بتاتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہی جان سکتا ہے کہ قبولیت کا زمانہ کونسا ہے۔ ورنہ یوں تو لوگ گالیوں کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ بھی انہیں نہیں ملتیں۔ پس یہ خد تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کونسی گھڑی۔ کونسا گھنٹہ۔ کونسا منٹ بلکہ کونسا سیکنڈ نبی کی بعثت کے لئے موزوں و مناسب ہے۔ اس وقت وہ نبی کو بھیج دیتا ہے پھر اس کے بعد آنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا۔

یہ چار باتیں کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ ہماری جماعت جس مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے وہ کامیابی کے لحاظ سے سب قوموں کے مقاصد سے بڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے کسی نبی کے خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ وہ اپنی تعلیم تمام دنیا میں منوالیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ایک ایسی قوم ہے جس نے واقعات سے مجبور ہو کر ایسا طریق اختیار کیا جس سے خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ ان کا مذہب ساری دنیا کے لئے ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مطلب اور یہ منشا نہ تھا کیونکہ وہ اپنی تعلیم ساری دنیا کو منوانے کے لئے نہ آئے تھے۔ بہرحال عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا مگر عیسائی صاحبان اس یقین کے ساتھ تو کھڑے ہوئے کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہے یا یوں

کہو کہ یہ خیال ان میں آہستہ آہستہ پیدا ہو گیا۔ مگر باوجود اس کے ان میں یہ یقین پیدا نہیں ہوا تھا کہ وہ ساری دنیا کو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم منوا بھی لیں گے کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم ہے تو ساری دنیا کے لئے مگر پھیلے گی اس وقت جب مسیح دوبارہ آئیں گے۔ اب بھی عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے پر ساری دنیا کے لوگ اس تعلیم کو مانیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد دنیا نے اور زیادہ ترقی کی اور رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں حقیقی طور پر سب لوگوں کے لئے ایک ہی دین نازل ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے تو خیال کر لیا تھا کہ ان کی تعلیم ساری دنیا اور سارے زمانوں کے لئے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا اور سب زمانوں کے لئے وہ تعلیم نہ تھی۔ اس میں عیسائیوں کو غلطی لگی اور دھوکہ میں پڑ گئے۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق جو پیش گوئیاں تھیں ان کے متعلق انہوں نے خیال کر لیا کہ حضرت عیسیٰؑ پورا کرنے والے ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰؑ ساری دنیا کے لئے ہیں مگر جس وقت عیسائی یہ کہہ رہے تھے خدا تعالیٰ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ مگر محمد ﷺ کے زمانہ میں خدا اور انسان کی زبان ایک ہو گئی۔ خدا تعالیٰ نے کہا محمد ﷺ سارے زمانہ اور سب لوگوں کے لئے ہیں انسانوں نے بھی کہا آپ سب زمانہ اور سب لوگوں کے لئے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ساری دنیا کے اسلام پر جمع ہونے کے متعلق اور رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کی پیشگوئی مسیح موعود کے زمانہ میں پوری ہو گی۔ اور سب مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہ آجائیں یہ پیشگوئی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ تیرہ سو سال میں مسلمانوں کا بھی یہ مقصد نہیں رہا کہ ساری دنیا کو مسلمان بنا لیں حتیٰ کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ ساری دنیا کا ایک مذہب ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ سے پہلے جس قدر نبی آئے ان کے پیرووں کا تو یہ دعویٰ ہی نہ تھا کہ وہ ساری دنیا کے لئے آئے ہیں اور ان کی تعلیم ساری دنیا میں پھیل جائے گی عیسائی گو اس بات کے مدعی ہیں کہ عیسائیت کی تعلیم ساری دنیا میں پھیل جائے گی مگر ان کی اپنی کتابوں کی پیشگوئیاں بتا رہی تھیں کہ ایسا ہو نہیں سکتا جب تک مسیح نہ آئے۔ اسی طرح مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ اسلام ساری دنیا کے لئے ہے اور یہ صحیح بھی ہے۔ لیکن وہ بھی امید نہیں کر سکتے تھے کہ جب تک مسیح موعود نہ آجائے ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں کہتی ہیں کہ ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت مسیح موعود کے آنے کے بعد ہو گی۔

اب ہم وہ لوگ ہیں جو اس مسیح موعود کے ماننے والے ہیں۔ جس کے آنے کے بعد اسلام نے ساری دنیا میں پھیلنا ہے۔ اور اس مسیح نے اعلان کر دیا کہ اب ساری دنیا کو ایک مذہب پر جمع کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اس وجہ سے ہمارا مقصد اور منتہیٰ تمام پہلی قوموں سے بلند اور بالا ہے۔ عیسائی کہتے تو تھے کہ ساری دنیا میں عیسائیت پھیل جائے گی لیکن وہ یہ امید نہیں کر سکتے تھے کہ عیسائیت اس وقت تک پھیل بھی سکتی ہے جب تک کہ مسیح دوبارہ نہ آجائے۔ اسی طرح مسلمان بھی کہتے تو تھے کہ ساری دنیا اسلام پر جمع ہو جائے گی لیکن وہ یہ خیال نہیں کر سکتے تھے کہ مسیح موعود کے آنے کے بغیر ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے زمانہ میں چونکہ مسیح موعود آگیا ہے اس لئے ہمارا مقصد پچھلی تمام قوموں سے بلند اور بالا ہو گیا ہے۔ اس مقصد عظیم کو پورا کرنے کے لئے جو نہ تو تیرہ سو سال تک مسلمانوں کا رہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسیح موعود کے آنے کے بغیر پورا نہ ہو سکے گا۔ نہ عیسائیوں کا رہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسیح نے آکر پورا کرنا ہے۔ اسی طرح نہ کسی اور پہلی قوم کا رہا۔ کیونکہ وہ تو خیال بھی نہیں کر سکتی تھی کہ ساری دنیا اس کی تعلیم پر جمع ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں خاص محنت اور کوشش کی بھی ضرورت ہے۔ اور ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ چار امور جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور جو ہر قوم کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ وہ ہمارے لئے موجود ہیں یا نہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ بیج اعلیٰ درجہ کا ہو۔ یعنی تعلیم اعلیٰ ہو۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں حاصل ہو گئی ہے اور ہم نے اس کے ثبوت خود دیکھے اور مشاہدہ کئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اسی لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس میں تمام مذاہب کے نمائندوں نے بعض اہم مسائل کے متعلق اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اسلام کے متعلق مضمون لکھا۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ وہ سب پر غالب ہو گا۔ اور اس بات کو آپ نے پہلے شائع کر دیا۔ پھر جب وہ مضمون پڑھا گیا تو سب اقوام نے تسلیم کیا کہ آپ کا مضمون سب سے بالا رہا اور اس سے بڑھ کر کسی تعلیم کے اعلیٰ ہونے کی کیا خوبی ہو سکتی ہے کہ دشمن بھی اس کے اعلیٰ ہونے کا اقرار کرلے۔ کسی دشمن سے یہ توقع تو نہیں کی جا سکتی کہ وہ ہر موقعہ پر اور ہر بات کو اعلیٰ کہے گا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ اس مذہب کو قبول ہی کیوں نہ کرے اور مسلمان کیوں نہ ہو جائے۔ اس سے یہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں جو تعلیم پیش کی جائے اسے اعلیٰ قرار دے دے تو اس مضمون کے متعلق سب نے تسلیم کیا کہ بالا رہا۔ ابھی ایک کانفرنس ولایت میں ہوئی۔ جس میں میں نے مضمون لکھا۔ وہ مضمون میرا نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہی کی تعلیم تھی۔ اس کے بعض حصوں کے متعلق تو پہلے ہی بڑے بڑے اخبارات نے لکھ دیا تھا کہ بہت اعلیٰ تعلیم پیش کی گئی ہے۔ مگر اس سارے مضمون کو پڑھ کر ایک مشہور آدمی نے جو جرنیل ہے لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری کانفرنس انہی کے لئے تھی۔ اور اس میں انہیں کا اثر سب سے غالب نظر آتا ہے۔ تو جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پیش کی گئی۔ وہاں ہی دشمنوں نے اس کی خوبی اور برتری کا اعتراف کیا اور ہر مباحثہ میں جہاں اسلام کی طرف سے احمدی مبلغ کھڑے ہوتے ہیں۔ دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی عزت رکھ لی۔ وہ کہتے ہیں یہ ہیں تو کافر لیکن مخالفین اسلام کا مقابلہ یہی کر سکتے ہیں۔ گو یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وجہ کیا ہے کہ اسلام کا سارا درد کافروں کو ہے اور اسلام سے انتہائی نفرت ان لوگوں کو ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں ہم وہ کافر بننے کے لئے تیار ہیں جو اسلام کی عزت اور حرمت اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ مسلمان بننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ جو نہ صرف اسلام کی کوئی خدمت نہ کریں بلکہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں اسے بدنام کریں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تعلیم ہمیں دی ہے وہ ایسی ہے کہ دشمن بھی اس کی خوبی کا اعتراف کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا فورمین کرسچن کالج لاہور کے پرنسپل صاحب قادیان گئے تھے۔ وہ جب ہندوستان سے ولایت گئے تو سیلون میں انہوں نے تقریر کی جس میں کہا عیسائی ساری دنیا میں اپنا مذہب پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں سب کو عیسائی بنالیں گے۔ لیکن میں عیسائیوں کو ہوشیار کرتا ہوں کہ عیسائیت کے مقابلہ کے لئے عظیم الشان تیاریاں ایک ایسی جگہ ہو رہی ہیں جو ریل سے دور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس سے عیسائیت کا مقابلہ ہو گا اور اس کے بعد فیصلہ ہو گا کہ عیسائیت دنیا میں جیتے گی یا اسلام۔ یہ کسی ایسے شخص کی رائے نہیں جو غیر جانبدار ہو۔ وہ ایک متعصب پادری تھے۔ قادیان میں جب آئے تو گفتگو میں اسلام کی مخالفت کرتے رہے۔

اسی طرح قرآن کریم کے پہلے پارہ کا میں نے جو ترجمہ کیا اور وہ انگریزی میں شائع ہوا۔ اس کے متعلق عیسائیوں کے ایک رسالہ نے لکھا کہ اس امر کا فیصلہ کہ عالمگیر مذہب اسلام ہے یا عیسائیت اس ترجمہ کے مکمل ہونے پر ہو سکے گا۔ تو دشمن بھی مانتے ہیں کہ وہ بیج جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بویا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اگر باقی تین شرطیں بھی میسر آجائیں تو پھر ہماری کامیابی میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی۔

حال ہی میں تمام دنیا کے پادریوں کی ایک کانفرنس ہوئی ہے۔ اس نے اسلامی ممالک میں تبلیغ

کے لئے ایک سب کمیٹی بٹھائی اس کی رپورٹ اب شائع ہوئی ہے۔ اس میں بار بار یہ بات تسلیم کی گئی ہے۔ کہ عیسائیت کا مقابلہ کرنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ احمدی جماعت ہی ہے۔ اس سب کمیٹی نے سوائے ہماری جماعت کے مذہبی طور پر کسی کو کوئی وقعت نہیں دی۔ گو صریح لفظوں میں اس بات کا اعتراف نہیں کیا گیا کہ احمدیت کا مقابلہ عیسائیت کے لئے مشکل ہے مگر یوں کیا ہے کہ احمدی جماعت کے لوگ ایسی شرارت کرتے ہیں کہ ہمارا مقابلہ ہماری ہی تعلیم کے ذریعہ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ عیسائیت کی تعلیم عیسائیوں کے ذریعہ تو کوئی اثر نہیں کرتی لیکن جب ہم اس کو پیش کریں تو اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ اور اثر بھی ایسا جو عیسائیت کے خلاف ہوتا ہے۔۔

اب دوسری چیز زمین ہے۔ مذہب کے لئے زمین کیا ہے۔ وہ افراد جو اس تعلیم کو قبول کرتے ہیں۔ جن کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ جو نہیں مانتے وہ ایسے ہوتے ہیں جن میں بیج نہیں پڑا ہوتا۔ ان کے متعلق اس وقت بحث نہیں لیکن جہاں بیج پڑ گیا اس کی فکر ضرور ہو گی کہ اگر زمین اچھی نہیں تو بیج ضائع ہو جائے گا۔ اب یہ سوال کہ اچھی زمین موجود ہے یا نہیں اس کا جواب میں نہیں دے سکتا نہ کوئی اور واحد شخص دے سکتا ہے اور نہ کوئی جماعت دے سکتی ہے۔ کیونکہ آپ میں سے ہر فرد کے لئے دوسروں کے قلوب کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ یہ پتہ خدا تعالیٰ ہی لگا سکتا ہے جو عالم الغیب ہے۔ یا ایک حد تک اپنے نفس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ لیکن میں اگر آپ لوگوں کے قلوب کا اندازہ نہیں لگا سکتا تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے قلوب کی ایسی حالت بنائیں کہ وہ اچھی اور اعلیٰ درجہ کی زمین کی طرح ہو جائیں۔ تاکہ ان میں جو بیج پڑ چکا ہے وہ ضائع نہ ہو جائے بے شک میں قلب کی صحیح کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن آپ کو قلب کی صحیح کیفیت بنانے کی نصیحت تو کر سکتا ہوں۔ اور یہ اس وقت کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کبھی احمدیت ترقی نہیں کر سکتی جب تک طبائع میں اس کی قبولیت کا مادہ نہیں ہے۔ تعلیم خواہ کیسی اعلیٰ ہو ردی اور فضول ہو جائے گی۔ اب دیکھو رسول کریم ﷺ نے جو محنت ابی ابن سلول وغیرہ کے متعلق کی وہ کیا پھل لائی۔ ان لوگوں میں منافقت پیدا ہوئی۔ اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں ہوئیں۔ اسلام کو نقصان پہنچانے والے پیدا ہوئے۔ تو اپنے دلوں کو ایسا بنانا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جو بیج بھیجا ہے۔ وہ ان میں نشو و نما پا سکے۔ تیسری چیز زمین کی تیاری ہے۔ یعنی تعلیم و تربیت یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ کہ جس کا منبع انسان کا اپنا نفس ہوتا ہے۔ اور دوسری وہ جو دوسروں کی طرف سے آتی ہے۔ باہر سے تعلیم و تربیت جو آتی ہے۔ اس کا تعلق مجھ سے جماعت کے واعظوں اور امراء سے اور والدین اور استادوں

سے ہے۔ کوئی آدمی اپنے کام کے متعلق آپ رائے نہیں لگا سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی زندگی میں بھی اس کے وسیع کام کے متعلق فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ میرا کام تمام جماعت سے تعلق رکھتا ہے جو ایک جگہ نہیں ایک ملک میں نہیں بلکہ براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا اندازہ نہ میں لگا سکتا ہوں اور نہ کوئی اور اس وقت لگا سکتا ہے۔ اس کا اندازہ کئی نسلوں کے بعد قومیں کریں گی۔ پھر اپنے کام کا اندازہ کوئی شخص آپ نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو ہمیشہ غلط کرے گا کیونکہ وہ یا تو حد درجہ کے تکبر پر مبنی ہو گا یا انسان انکسار سے کام لے گا۔ وہ یہ دیکھے گا کہ مجھے جس قدر طاقتیں ملی ہیں خدا کی طرف سے ملی ہیں۔ میں نے خود کچھ نہیں کیا یا یہ دیکھے گا کہ اتنا بڑا کام تھا جس کے مقابلہ میں میں نے کچھ نہیں کیا اس لحاظ سے وہ اپنے کام کو بہت کم دیکھتا ہے۔ تو میرے اپنے متعلق جو جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام ہے۔ اس پر میں رائے ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور جو باقی ایسے لوگ ہیں جن پر جماعت کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کے کاموں پر میں رائے زنی تو نہیں کرتا مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ یہ بہت اہم کام ہے جس کی طرف میں جماعتوں کے امراء اور دوسرے کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ اس وقت چونکہ لاہور کی جماعت میرے سامنے ہے۔ اس لئے لاہور کی جماعت کے امیر کی توجہ خاص طور پر جماعت کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کی طرف دلاتا ہوں۔ ان کی ذمہ داریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کلکم راع و کلم مسئول عن رعیتہ [1] ہر شخص کی حیثیت چرواہے کی ہے اس سے پوچھا جائے گا کہ کس طرح اس نے ان لوگوں کی تربیت کی جو اس کے سپرد تھے۔ پس میں اپنے عزیز دوست چودھری ظفر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان کا کام بہت اہم اور بہت ذمہ داری کا ہے۔ دنیا کے سامنے انسان فریب سے بھی اپنی ذمہ داری سے بچ سکتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کو فریب نہیں دیا جا سکتا۔ پھر دنیا کی ذمہ داری پوری نہ کرنے سے جو اثر پڑتا ہے وہ محدود ہوتا ہے۔ اور اسے انسان برداشت کر سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کا اثر اتنا زیادہ اور اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ اگر انسان غلط راستہ پر چلے تو اس کے اثر کا خیال کر کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پھر میں سکرٹریوں اور دوسرے کارکنوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اپنی اپنی جماعت کی صحیح تربیت نہ کریں گے اور لوگوں کو زمانہ کے سیلاب میں اسی طرح بہ جانے دیں گے جس طرح پانی میں تنکا بہتا ہے تو خدا تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیوں تم نے لوگوں کے متعلق کوتاہی اور سستی کی۔ پھر

چونکہ دوسری جماعتوں کے لوگ بھی اس موقعہ پر آئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے سامنے اتنا عظیم الشان کام ہے جتنا آج تک کسی قوم کا نہیں ہوا۔ ہماری جو منزل مقصود ہے وہ اتنی دور ہے جتنی اور کسی کی نہیں اور ہماری جو تمنا ہے وہ اتنی اعلیٰ ارفع اور اتنی بلند ہے جتنی اور کسی کی نہیں پس اگر اتنے عظیم الشان کام کے لئے ہم خاص تیاری نہ کریں۔ اتنی لمبی اور اتنی دور کی منزل مقصود کے لئے سستی سے قدم اٹھائیں اتنے بڑے مقصد اور مدعا کے لئے پوری ہمت سے کام نہ لیں تو سمجھ لو کیسے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ پس میں تمام جماعتوں سے کہتا ہوں کہ جماعت کی صحیح تربیت کی طرف پوری پوری توجہ کریں۔ اگر جماعت میں سے ایک شخص بھی سست اور غافل ہو جاتا ہے تو وہ طاعون کے کیڑے سے زیادہ جماعت کے لئے زہریلا اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ کیونکہ طاعون کے کیڑے کا زہر اس قدر نہیں پھیلتا جس قدر ایسے شخص کا زہر پھیلتا ہے۔ پس ایک آدھ آدمی کی سستی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ڈاکٹر ڈاکٹر کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو بیماری کے چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ میں نے طاعون کے کیڑوں کے متعلق خود تو تحقیقات نہیں کی۔ لیکن ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ ایک منٹ میں کئی ہزار گنا بڑھ جاتے ہیں۔ یہی ایمان کو کھانے والے کیڑے کا حال ہوتا ہے۔ جب ایک میں پیدا ہوتا ہے تو پھر آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک سچا اور حقیقی کارکن وہی ہے جو اگر ایک شخص میں بھی سستی اور کوتاہی دیکھتا ہے تو اسے اس وقت تک چین نہیں آتا۔ جب تک اس کی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو جاتا۔ اگر اس کا جماعت سے کاٹنا ہی ضروری ہوتا ہے تو کاٹ دیتا ہے۔ تاکہ اس کا زہر دوسروں میں نہ پھیلے

چوتھی چیز موزوں اور مناسب وقت ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اور اس نے نبی بھیج کر فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ وقت یہی ہے اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس زمانہ میں احمدیت پھیل نہیں سکتی۔ نادان ہیں جو کہتے ہیں آجکل احمدیت کو کون تسلیم کر سکتا ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ پر الزام آئے گا کہ اس نے حضرت مسیح موعود کو بے وقت بھیجا کیوں کبھی یہ نہ ہو گا کہ کوئی باغ والا ہو وہ جن کو باغ ٹھیکہ دے ان سے آم کی جنس کا اس وقت مطالبہ کرے جب آم کا موسم نہ ہو۔ ہمارے ملک میں آموں کا زور جون جولائی میں ہوتا ہے۔ اس وقت باغ کے مالک آم کی جنس کا مطالبہ کریں گے۔ پھر خدا کس طرح اس چیز کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ جس کے لئے دنیا تیار نہ ہو۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ نے نبی بھیج کر بتا دیا کہ عین یہی وقت ہے جب حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیم کو پھیلایا جائے۔ اگر کوئی اس کے متعلق گھبراتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ تعلیم نہیں پھیل سکے گی۔ تو اس کے ایمان اور یقین میں کمزوری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود کو اس وقت بھیجنا بتاتا ہے کہ یہی وقت اس تعلیم کے پھیلنے کا ہے۔

یہ چار چیزیں ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ ان میں سے دو خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی ہیں اور دو ہمارے سپرد کی ہیں وقت کا انتخاب اور سچی تعلیم بھیجنا خدا نے اپنے ذمہ رکھا ہے اور یہ دونوں باتیں اس نے پوری کر دی ہیں۔ باقی دو ہمارے ذمہ ہیں یعنی اچھی زمین تلاش کرنا اور جو تعلیم قبول کریں ان کی غور و پرداخت کرنا انہی میں ہماری سستی کی وجہ سے جماعت کی ترقی میں روک پیدا ہو رہی ہے۔ ورنہ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ ابھی اس تعلیم کی اشاعت کا وقت نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کام لوگ نہیں کرنا چاہتے جس طرح وہ اس کے متعلق کہہ دیتے ہیں۔ ہماری قسمت اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی اشاعت کا وقت نہیں ہے۔ لوگ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنی سستی اور کوتاہی کی وجہ سے کہتے ہیں ورنہ یہ کہنا پڑے گا۔ کہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بے وقت بھیجا۔ اور آپ کے ذریعہ ناقص تعلیم دی۔ مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے نفس کی اصلاح کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان کے قلب کی زمین بگڑی ہوئی ہے۔ ایسے قلب پر اگر اچھی تعلیم بھی پڑے تو بھی اچھا نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ دیکھو حضرت عمرؓ کا ایک وقت وہی دل تھا کہ جس پر جب قرآن کریم کی تعلیم پڑتی تو تے ہو جاتی مگر پھر وہی دل تھا کہ اس نے اس طرح اس تعلیم کو قبول کیا جس طرح قبول کرنے کا حق تھا تو دل بدل سکتا ہے اور بدلا جا سکتا ہے۔ جس طرح زمین بری سے اچھی اور قابل زراعت بنائی جا سکتی ہے۔ اسی طرح دل بھی حق کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے اندر یہ طاقت اور مادہ پیدا کیا ہے۔ کہ ہم دل کو بدل دیں آگے قصور ہمارا ہے کہ ہم کام نہیں کرتے یا تعلیم و تربیت کی وجہ سے نقص ہے۔ اور ہم نے جماعت تک وہ باتیں ابھی تک نہیں پہنچائیں جن کا پہنچانا ضروری ہے۔

میں سب احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ امور جو ہمارے ذمہ ہیں ان کو پورا کریں اور مجھے امید ہے دوست رات دن کوشش کر کے ان کو پورا کریں گے۔ قلوب کی اصلاح ہو جائے اور تعلیم و تربیت بھی صحیح طور پر ہو تا کہ خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا بیج پھل لاوے اور ایسی غذا پیدا ہو کہ اسے کھا کر انسان کا تعلق شیطان سے منقطع ہو جائے۔ اور ایسا اثر ہو کہ کوئی بدی اثر نہ کر سکے۔ اور کوئی نیکی

چھوٹ نہ جائے۔

اس وقت میں احباب لاہور کو اس طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ دینی امور میں پنشن نہیں ملا کرتی۔ یعنی یہ نہیں کہ ایک وقت تک کام کر کے پھر کام کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ مگر میں نے بہت لوگوں کو دیکھا ہے۔ ایک وقت تک کام کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر ان میں سستی آجاتی ہے۔ ایسے لوگوں سے میں یہ کہہ کر بری الذمہ ہوتا ہوں کہ دینی کاموں میں کوئی پنشن نہیں۔ موت تک تو یہاں نہیں۔ اور پھر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل دارالعمل دوسرا جہان ہی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (الذاریات ۵۷) ہم نے انسان کو اپنا غلام بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اب بتاؤ کیا کبھی غلام کو بھی پنشن ملی ہے۔ پنشن نوکر کے لئے ہوتی ہے۔ غلام کے لئے نہیں ہوتی۔ غلامی موت سے ہی ختم ہوتی ہے۔ لیکن کیا کوئی یہ چاہتا ہے کہ مر جاؤں۔ اگر یہ نہیں چاہتا تو پھر اس کا کام کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔

پس میں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سستیوں کو چھوڑ دیں۔ اور اصلاح پیدا کریں ۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ چونکہ لاہور کی جماعت کے مہمان ہونے کی وجہ سے اس کا ہم پر خاص حق ہے۔ اس لئے اس کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔ پھر باہر کے احباب جو اخلاص سے یہاں آئے ہیں۔ اور اپنا کام چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اور پھر سب جماعت کے لئے دعا کرتا ہوں کہ جو تعلیم خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ دی ہے اس کو صحیح طور پر جذب کریں۔ تا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ اس کی محبت کا جامہ پہن لیں۔ اس کی رضا کی گھڑیاں میسر ہوں۔ اس دنیا کی زندگی بھی خدا کے لئے ہو۔ اور پھر جو زندگی ہو وہ بھی خدا کے لئے ہو۔

(الفضل ۱۱ مئی ۱۹۲۶ء)

۱ے بخاری کتاب الاستقراض باب العبد راع فی مال سیدہ